96 Blank

تحقیق

مسئلہ آمین

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید

المرسلین وعلی آلہ اصحابہ اجمعین اما بعد

یہ عاجز تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ پاک و ہند میں قریباً تیرہ سو سال سے اسلام پھیلا یہاں اہل سنت و جماعت حنفی مقلدین اسلام، قرآن، احادیث اور فقہ لے کر آئے یہاں کے لاکھوں غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ بیشمار مدارس بنائے جن میں کتاب وسنت اور فقہ حنفی پڑھائی جاتی ہزاروں مساجد تعمیر کیں جن میں مسلک حنفی کے موافق نمازیں ادا کی جاتیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان سرگروہ غیر مقلدین لکھتے ہیں:

خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم، فاضل، مفتی، قاضی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلویؒ والد بزرگوار شاہ ولی اللہؒ بھی شریک تھے۔(ترجمان وہابیہ از نواب صدیق حسن خان ص ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ انگریز کے دور سے قبل تمام عالم، مفتی، قاضی، حاکم بادشاہ حنفی المذہب تھے ایک عالم یا ایک حاکم یا ایک بادشاہ بھی غیر مقلد نہ تھا۔ انگریز کی پالیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے تحت جب مسلمانوں میں خانہ جنگی کی بنیاد ڈالی گئی تو وہ مساجد جو بارہ سو سال سے عبادت گاہ تھیں ذکر و تلاوت سے آباد تھیں اب میدان جنگ بن گئیں۔ مساجد میں دن کو آمین بالجہر اور رفع یدین پر قتل و غارت ہوتا، رات کو مقلدین کی مساجد میں یہ لوگ غلاظت، نجاست، گندا بدبودار گوشت پھینک جاتے۔

کئی مسجدوں میں تالے لگے۔ کتنے مقدمے کھڑے ہوئے اور ہزاروں لاکھوں روپے برباد ہوئے۔ بارہ سو سال سے اسلامی اخلاق وتعلیمات کے سامنے غیر مسلم آنکھیں اونچی نہیں کر سکے تھے۔ اب کافر ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے اور مسلمان شرم سے سر اوپر نہ اٹھاتے تھے۔

یہ مسئلہ آمین بالجہر بھی ان مسائل میں سے ہے جس کو ہزاروں مسلمانوں کے خون سے سینچا گیا۔ لاکھوں روپے مقدمات کے ذریعہ اس کی بھینٹ چڑھائے اور سینکڑوں کتابوں کی سیاہی سے اس کی سیرابی کا سامان مہیا کیا گیا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کس کی طرف سے ہوا جب کہ اس سے قبل بارہ سو سال تک پاک وہند کی ایک مسجد کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ جو کسی غیر مقلد نے بنائی ہو اور وہاں آمین با آواز بلند کہی جاتی ہو اور آج بیسیوں رسائل اور سینکڑوں مضامین اس کی حمایت میں لکھے جا رہے ہیں۔ انگریز کے منحوس عہد سے پہلے کا ایک رسالہ بھی پورے پاک وہند کی تاریخ میں نہیں ملتا جو اس مسئلے پر ہو۔ تو ظاہر ہے کہ اس خانہ جنگی کی ساری ذمہ داری غیر مقلدوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کی مقصد برآری کا ذریعہ بنے۔

غیر مقلدوں کی سب سے بڑی کمزوری

اگرچہ کئی فرق باطلہ سے بحث وگفتگو کا موقعہ ملا۔ بحث وگفتگو میں بنیادی مقدمہ اس دعویٰ کا ہوتا ہے جس کا اثبات یا ابطال مقصود ہو۔ جب تک اس دعویٰ کی وضاحت نہ کی جائے دلائل وشواہد کی چھان پھٹک بے فائدہ ہوتی ہے غیر مقلدوں کا یہ حال ہے کہ دعوے پر دعویٰ کرتے چلے جائیں گے۔ لیکن اصل مسئلہ پوری وضاحت سے کبھی بیان نہ کریں گے۔

مسئلہ آمین جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں یہ وہ مسئلہ ہے جس پر تقریباً ایک صدی سے ہنگامہ کارزار برپا ہے۔ قتل وغارت، مقدمات، مساجد کے تقدس کی پامالی،

اور بارہ صدیوں کے مسلمانوں کو یہودی، منکرین سنت کہہ کر نفاق وشقاق کی خلیجوں کو وسیع سے وسیع تر کیا جارہا ہے۔

اس پر انگریزی دور میں پچاسوں رسائل لکھے گئے لیکن کسی ایک رسالہ میں بھی مسئلہ کی پوری وضاحت نہیں۔ آخر یہ تقیہ بازی کیوں؟

اس لیے ضروری ہے کہ بحث ونظر سے قبل نقطہ اختلاف کا تعین کرلیا جائے۔

مسلک اہل سنت وجماعت

اذکار وادعیہ میں افضل اخفاء ہے۔ اس لیے نماز میں تمام اذکار اور دعائیں، آہستہ پڑھی جائیں گی۔ ہاں کسی خاص عارض کی وجہ سے کہیں جہر ہو تو وہ خلاف اصل ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر ہی رہے گا۔ چونکہ آمین بھی نماز میں دیگر ادعیہ کی طرح اذکار میں سے ہے اس لیے تمام نمازوں میں آہستہ کہی جائے گی۔

غیر مقلدین کا مسلک

۱۔ غیر مقلدین جب نماز اکیلے پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض ہو خواہ سنت یا نفل، آمین آہستہ کہتے ہیں۔

۲۔ اگر فرض با جماعت ادا کریں تو امام اور مقتدی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۳۔ باقی تمام دعائیں اور اذکار ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں۔ جیسے ثناء، تسبیحات، رکوع، سجود، تشہد، درود، آخری دعائیں وغیرہ۔

الغرض ان کے دعوے کے تین حصے ہیں آج تک پہلے اور تیسرے حصے کو یہ زیر بحث نہیں لائے ان کے آمین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں۔ صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی چھ رکعات کی کوئی تخصیص نہیں دکھاتے کہ ہمارے یہ دلائل صرف چھ رکعات سے متعلق ہیں۔ باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔

باب اول

پہلے ہم مسلک اہل سنت و جماعت احناف کو مدلل کرتے ہیں۔

فصل اول: آمین کا تلفظ اور معنیٰ

آمین ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کے معنیٰ ہیں۔ اے اللہ قبول فرما چنانچہ اس کی تفصیل آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ العزیز)

اس کا تلفظ الف کی مد کے ساتھ آمین۔ جیسا کہ حدیث میں ہے مد بھا صوتہ۔

فصل دوم

جہر کے معنیٰ بلند آواز کے ہیں اور اخفاء کے معنیٰ چھپانے کے ہیں۔

۱۔ اخفاء کا اعلیٰ درجہ ہے کہ دل میں تکلم ہو لیکن زبان اور ہونٹ شریک نہ ہوں۔

۲۔ اخفاء کا اوسط درجہ یہ ہے کہ دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو اور اپنے کان تک آواز جائے۔

۳۔ اخفاء کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پھسپھساہٹ کی آواز قریب والا بھی سن لے۔

۴۔ جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قریب والے دو چار سن سکیں۔ ایک دو صفوں تک آواز جائے۔

۵۔ جہر کا اوسط درجہ وہ ہے جو روزانہ جہری قرأۃ میں ہوتا ہے۔ ﴿لَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾ "یعنی اتنی آواز بلند بھی نہ ہو کہ دور دور جائے اور اتنی پست بھی نہ ہو کہ اپنے مقتدی بھی نہ سن سکیں تو درجہ اوسط یہ ہوا کہ چار پانچ صفوں تک آواز پہنچ جائے۔

۶۔ جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ خوب کڑک کر الفاظ ادا کیے جائیں۔

فصل سوم: آمین دعا ہے

۱۔ لغت کی رو سے آمین ایک دعائیہ کلمہ ہے اور معانی لغویہ کے لیے اہل لغت کا

بیان ہی دلیل ہوتا ہے اگر چہ اور کوئی دلیل نہ ہو۔

۲۔قرآن پاک سے: قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿قَدْ اُجِيْبَتْ دَعْوَتُكُمَا...﴾ میں نے تم دونوں کی دعا قبول کر لی۔ حالانکہ تفسیر الدر المنثور میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عکرمہ، حضرت ابوصالح، حضرت ابوالعالیہ، حضرت ربیع، حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ دعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے موسی علیہ السلام کی دعا پر صرف آمین کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو دعا گو فرمایا (ج ۳ ص ۳۱۵) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آمین بھی دعا ہے۔

۳۔حدیث پاک سے:

صحیح بخاری شریف ص ۱۰۷ پر ہے قال عطا آمین دعاء اور ابن خزیمہ نے روایت کی ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ اَعْطَانِیَ التَّامِیْنَ وَلَمْ یُعْطَهُ اَحَدٌ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ قَبْلِیْ اِلا اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ قَدْ اَعْطَاهُ هَارُوْنَ یَدْعُوْ مُوْسیٰ وَهَارُوْنُ یُؤْمن .

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے آمین عطا فرمائی ہے مجھ سے پہلے حضرت ہارون کے سوا کسی نبی کو نہیں ملی حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا فرماتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔

۴۔تفاسیر سے: جلالین، معالم التنزیل، مدارک التنزیل، مظہری وغیرہ تفاسیر میں بھی آمین کو دعا کہا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ دعا فرماتے تھے۔ اور حضرت ہارون آمین کہتے تھے۔

پس دو پہر کے سورج کی طرح ظاہر ہو گیا کہ آمین دعا اور ذکر الٰہی ہے۔

فائدہ: قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دعا مانگ رہے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام بالکل خاموش مگر متوجہ رہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے دعا ختم فرمائی تو آپ نے آمین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دعا کرنے والا فرمایا۔ اسی طرح جب اہل سنت وجماعت امام سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے تو مقتدی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح خاموش اور متوجہ رہتے ہیں جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہہ دیتے ہیں۔ تو وہ فاتحہ دونوں کی طرف سے شمار ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ ان قرأۃ الامام له قرأۃ کہ امام کی قرأۃ مقتدی کیلئے بھی ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۱،ص۳۲، وج۲،ص۴۲۹) تو اب غیر مقلدوں کا یہ شور کہ حنفی مقتدی کی نماز بلا فاتحہ ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ اور رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بغاوت ہے۔

فصل چہارم

اس بات کا ثبوت کہ دعا اور ذکر میں اصل آہستہ کہنا ہے۔ استدلال میں سب سے اول نمبر قرآن پاک کا ہے۔ دوسرے نمبر پر وہ احادیث جو قرآن پاک کے موافق ہوں پھر خلفائے راشدین کا تعامل۔

دلیل اول

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ دعا کرو اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور خفیہ (آہستہ) بیشک اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ الاعتداء الجهر حد سے گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ بلند آواز سے دعا کرے یعنی آہستہ آواز سے دعا کرنے والا خدا کا محبوب ہے اور بلند آواز سے دعا کرنے والے کو خدا محبوب نہیں رکھتا۔

دلیل دوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی آیا اور عرض کی کہ حضرت ہمارا

خدا ہم سے دور ہے کہ میں بلند آواز سے خدا کو پکاروں یا نزدیک ہے کہ آہستہ دعا کروں۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿اِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو بتا دو کہ بے شک میں قریب ہوں (تفاسیر مدارک وغیرہ) اس سے یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ قریب ہے ان سے آہستہ دعا کرنی چاہیے۔

تیسری دلیل

اللہ تعالیٰ سورہ مریم کے شروع میں حضرت زکریا علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان پر خصوصی رحمت اس لیے نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے رب سے آہستہ دعا کی۔

﴿ذِکْرُ رَحْمَةِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا ۞ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِیًّا﴾

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آہستہ دعا کرنے والے پر خدا تعالیٰ کی خصوصی رحمت نازل ہوتی ہے۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ﴾ اپنے رب کو اپنے دل ہی دل میں یاد کرو۔ (اعراف ۲۴)

پانچویں دلیل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر ۷ھ کے لیے نکلے تو لوگ ایک میدان میں پہنچے وہاں انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو بے شک تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم تو اس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (بخاری ج ۲، ص ۶۰۵، مسلم ج ۲، ص ۳۴۶)

چھٹی دلیل

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ وَ خَیْرُ الرِّزْقِ مَا یَکْفِیُ یعنی بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو ضروریات میں کفایت کرے۔

(مسند احمد ج۱ص۱۷۲ موارد الظمان، تلخیص، صحیح ابن حبان۔ سند صحیح۔ الجامع الصغیر ج ۲، ص۸، السراج المنیر ج۲ص۲۶۲)

ساتویں دلیل

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس نماز کو جس کے لیے مسواک کی جائے ایسی نماز پر جس کے لیے مسواک نہ کی جائے ستر گنا فضیلت دیتے تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ بے شک اس ذکر کی فضیلت جو سننے میں نہیں آتا ستر گنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کے حساب کے لیے جمع کرے گا اور اعمال کے لکھنے اور جمع کرنے والے فرشتے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے کہے گا آیا اس شخص کا کوئی نیک عمل باقی رہ گیا؟ تو فرشتے کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے کوئی چیز نہیں چھوڑی ان چیزوں میں سے جن کو ہم نے جانا اور جن کو ہم نے محفوظ رکھا مگر سب کا احاطہ اور شمار کر لیا اور لکھ لیا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس بندے سے فرمائیں گے کہ تیرے لیے میرے پاس ایک چھپی ہوئی چیز ہے تو اس کو نہیں جانتا۔ اور میں اس کا بدلہ تجھے دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے۔

(اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی فیه معاویه بن یحی الصدفی وهو ضعیف)(مجمع الزوائد ج۱۰ص۸۱)

آٹھویں دلیل

قال الحسن بن علی بین دعوة السر والعلانية سبعون ضعفا ولقد كان المسلمون يجتهدون فی

الدعاء وما يسمع لهم صوت ان كان همسا بينهم وبين ربهم (معالم التنزیل)

ترجمہ: حضرت امام حسن بن علیؓ نے فرمایا کہ دعا پوشیدہ اور دعا ظاہر کے درمیان ستر درجہ کا فرق ہے اور تحقیق مسلمان دعا میں کوشش کرتے تھے یعنی پوشیدہ رکھنے کی کہ ان کی آواز سنی تک نہ جاتی تھی بس ان کی دعا اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیان پوشیدہ رہتی تھی۔

معلوم ہوا کہ سب صحابہ اور تابعین دعا میں نہایت اخفاء کرتے تھے۔ اب کتاب وسنت سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ آہستہ دعا کرو وہ جہر کرنے والوں کو اپنا محبوب نہیں بناتا۔ خدا کی رحمت آہستہ دعا والے پر نازل ہوتی ہے جہر کرنے والے پر یہ شبہ ہے کہ شاید وہ خدا کو دور، بہرہ اور غائب جانتا ہے۔ اور آہستہ دعا کرنے والے کا ثواب ستر گنا زائد ہے۔ اب ایک شخص ایک روپیہ کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت سے دور بھی رہے اور خدا کو دور اور بہرہ سمجھنے کا شبہ بھی ہو اور دوسرا ستر گنا کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت کا بھی مستحق ہو جائے۔ تو آپ کس کو پسند کریں گے۔؟

خلاصہ دلیل

آمین دعا ہے (یہ قرآن، حدیث اور لغت سے ثابت ہے) اور دعا میں اصل اخفاء ہے۔

نتیجہ: آمین میں اصل اخفاء ہے، وہو المطلوب۔

اب اس دلیل کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یا تو غیر مقلدین دلیل کے پہلے مقدمہ کو توڑیں قرآن حدیث اور لغت سے ثابت کر دیں کہ آمین دعا نہیں ہے یا دلیل کے دوسرے مقدمے کو توڑیں کہ دعا میں اصل اخفا نہیں بلکہ قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ کرام سے ثابت کر دیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں بلکہ جہر ہے۔ ورنہ دلیل کے

دونوں مقدموں کو تسلیم کر لینے کے بعد ان کے نتیجے کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے دو اور دو اڑھائی ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دلیل کے مقدمات کو ماننا اور اس کے نتیجے کا انکار ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی بچہ قاعدہ پڑھتے وقت ہجے تو درست پڑھے لیکن تلفظ غلط کرے۔ جیسے چاقو کے ہجے درست کرے۔ چا۔ قو اور تلفظ کرے بندوق۔ یا ہجے کرے مکہ کے اور تلفظ کرے قادیان کا۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شوافع بھی اس دلیل کے سامنے جھک گئے ہیں۔ شوافع کے مشہور منطقی اور مناظر اور امام فخر الدین رازیؒ نے ہتھیار ڈال دیے اور کہا کہ آمین کے دعا و ذکر ہونیکی وجہ سے اگر آمین سراً کا وجوب ثابت نہ ہو تو کم از کم استحباب ضرور ثابت ہوتا ہے اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۴، ص ۱۳۱)

فائدہ اول

قرآن پاک کے ان ہی ارشادات اور روایات سے نماز کے باقی اذکار کا آہستہ پڑھنا ثابت ہو گیا۔ اسی لیے سب اہل سنت و جماعت، ثناء تعوذ، تسمیہ، تکبیرات انتقالات، تسبیحات رکوع و سجود، تشہد، درود شریف، دعائیں سب آہستہ پڑھتے ہیں۔

فائدہ دوم

اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعا اور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں۔ ہاں بعض اذکار میں خدا کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہے۔ اور انسان دل کی آواز کو سن نہیں سکتا اس لیے انسانوں کو سنانے کے لیے وہاں آواز بلند کی جاتی ہے جیسے۔

۱۔ اذان۔ اس میں انسانوں کو بلانا۔ ۲۔ اقامت میں مقتدیوں کو بتانا مقصود ہوتا ہے۔

۳۔ امام تکبیرات انتقالات اور سلام اونچی آواز سے کہتا ہے۔ کیونکہ مقتدیوں کو اطلاع دینا مقصود ہے۔ لیکن مقتدی اور اکیلے نمازی کو یہ ضرورت نہیں اس لیے وہ آہستہ کہتا ہے۔

باب دوم

مسلمان کے لیے سب سے مقدم قرآن پاک ہے۔ جب اس سے اس کا آہستہ کہنا ثابت ہو گیا تو اب احادیث کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن مزید اطمینان اور قرآن پاک کے اس اصل کی مزید تائید کے لیے چند احادیث مبارکہ بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِذَا قَالَ الاِ مَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا آمین فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، نسائی ج ۱ ص ۹۴، ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ کہے تو تم آمین کہو (اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

حدیث (۲)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِذَا قَالَ الْقَارِی ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ فَقَالَ مَنْ خَلْفَهٗ آمین فَوَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ اَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب قاری (امام) ﴿غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلا الضَّالِّینَ﴾ کہے تو مقتدی آمین کہے۔ پس جب اس کا قول (آمین) آسمان والوں (فرشتوں) کے ساتھ موافق ہوا تو اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث (۳)

عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اِذَا قَالَ الاِمَامُ ﴿غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلا الضَّالِّینَ﴾ فَقَالَ آمین فَوَافَقَ آمین اَهْلِ الاَرْضِ آمین اَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لِلْعَبْدِ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مِثْلُ مَنْ لا یَقُوْلُ آمین کَمَثَلِ رَجُلٍ غَزَامَعَ قَوْمٍ فَاقْتَرَعُوْا فَخَرَجَتْ بِهَا سِهَامُهُمْ وَلَمْ یَخْرُجْ سَهْمُهٗ فَقَالَ لِمَ لَمْ یَخْرُجْ سَهْمِیْ فَقِیْلَ اِنَّکَ لَمْ تَقُلْ آمین.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب امام ﴿غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلا الضَّالِّینَ﴾ کہے تو آمین کہے پس اہل زمین سے جس کی آمین آسمان والوں کے ساتھ موافق ہوگئی اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جو (اس موافقت کے ساتھ) آمین نہیں کہتا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے قوم کے ساتھ جہاد (کا ارادہ کیا) پس انہوں نے (جہاد میں جانے کیلئے) قرعہ اندازی کی۔ اس قرعہ اندازی میں باقیوں کے حصے نکلے لیکن اس آدمی کا حصہ نہ نکلا وہ پوچھتا ہے میرا حصہ کیوں نہیں نکلا؟ اس کو جواب دیا گیا کہ تو نے آمین نہیں کہی تھی۔

ان روایات میں یہ حکم ہے کہ آمین اس وقت ہو جب امام و لا الضالین کہے اور آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو جائے تو تمام گناہوں کی معافی کی خوشخبری ہے ورنہ محرومی اور نامرادی جیسا کہ قرعہ نہ نکلنے والی مثال میں ہے۔

فرشتوں کی آمین

غور کرنے سے فرشتوں کی آمین میں تین چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ وہ بغیر فاتحہ پڑھے صرف ختم فاتحہ پر آمین کہتے ہیں۔

۲۔ ان کی آمین کا وقت خاص وہی ہے جب امام و لا الضالین کہے وہ آمین کو اس وقت سے آگے پیچھے نہیں کرتے۔

۳۔ ان کی آمین کی آواز ہم نے کبھی نہیں سنی اور ظاہر ہے کہ وہ آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کو بشارت

ہم اہل سنت والجماعت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بشارت کے پورے پورے مصداق ہیں کہ وقت اور وصف میں ہر طرح ہماری آمین فرشتوں سے موافق ہے۔ ہماری آمین فرشتوں کی طرح ہے کہ جس طرح فرشتے امام کی فاتحہ کے ساتھ خود فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ خاموش اور غور سے سن کر جب امام کی فاتحہ ختم ہوتی ہے آمین کہتے ہیں۔ اسی طرح ہم اہل سنت احناف بھی۔

غیر مقلدوں کی نامرادی

غیر مقلدین جس طرح سابقہ آیات قرآنیہ کے باغی ہیں اسی طرح انہوں نے آمین کہنے میں بھی فرشتوں کی مخالفت کی ہے۔

۱۔ یہ فرشتوں کے طریقہ کے خلاف بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

۲۔ ان کی آمین کا وقت بھی فرشتوں کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا کیونکہ جماعت میں اکثر نمازی بعد میں آکر شریک ہوتے ہیں ظاہر ہے اگر وہ خود فاتحہ نہ پڑھتے اور

انتظار میں حنفیوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے تا کہ جب امام ولا الضالین کہے تو ہم بھی آمین کہیں پھر تو فرشتوں کے ساتھ موافقت وقت میں ممکن تھی لیکن یہ غیر مقلدین جب فاتحہ شروع کر لیتے ہیں اور بعد میں آنے کی وجہ سے ان کی فاتحہ ختم نہیں ہوئی اب اگر تو یہ اپنی فاتحہ کے درمیان آمین کہیں تو تحریف قرآن لازم آتی ہے کہ قرآن پاک کی سورت کے اندر وہ کلمہ کہا جو ختم سورت پر کہنا تھا تو وہ لوگ ﴿یُحرِّفُونَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ﴾ کے مصداق ہو گئے۔ اگر وہ مقتدی اپنی فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہتے ہیں تو ایک فرشتوں کی مخالفت سے نامرادی اور بدقسمتی میں پڑے دوسری طرف آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی جاتا رہا۔ کیونکہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے مقتدی باری باری جب جس کی فاتحہ ختم ہو آمین آمین پکارتا ہو الغرض وصف اخفاء میں تو غیر مقلدوں کا امام اور تمام مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں اور وقت کے بارے میں اکثر مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں۔ گویا پوری نامرادی غیر مقلدوں کے حصہ میں آئی ہے۔

حدیث (۴)

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ ﷺ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَاکَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾ فَقُوْلُوْا آمین یُحْبِبْکُمُ اللہُ فَاِذَا کَبَّرَ وَرَکَعَ فَکَبِّرُوْا وَارْکَعُوْا فَاِنَّ الْاِمَامَ یَرْکَعُ قَبْلَکُمْ وَیَرْفَعُ قَبْلَکُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ فَتِلْکَ بِتِلْکَ قَال وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ یَسْمَعُ اللہُ لَکُمْ. (مسلم ج ۱ ص ۱۷۶)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ

نے ہمیں نماز باجماعت کا طریقہ سکھایا اور فرمایا صفیں سیدھی کرلو پھر تم میں سے ایک امام بن جائے پھر جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو پھر جب امام ﴿غَیرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ کہے تم آمین کہو خدا تم سے محبت کرے گا۔ پھر جب امام اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے۔ تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو امام رکوع میں بھی پہلے جاتا ہے اور اٹھتا بھی مقتدی سے پہلے ہے۔ اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔ تم ربنا لک الحمد کہو۔

استدلال

اس حدیث میں تکبیر، رکوع وغیرہ میں تو امام اور مقتدی کو حکم دیا گیا ہے کہ دونوں ادا کریں اور فاتحہ اور آمین، تسمیع اور تحمید میں تقسیم کر دی ہے۔ روایت کے آخری حصہ کا مطلب غیر مقلدین بھی یہی لیتے ہیں۔ کہ ربنا لک الحمد آہستہ کہنی چاہیے اسی طرح آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے۔

بعض غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ قولوآمین کا معنیٰ ہے آمین بلند آواز سے کہو۔ حالانکہ یہ بلند آواز کا لفظ انہوں نے خود حدیث پاک میں ملا لیا ہے۔ گویا یہ آنحضرت ﷺ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ حضرت آپ کا یہ فرمان کافی نہیں ساتھ بلند آواز کا لفظ بھی چاہیے تھا۔

ہم غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ کیا احادیث کے ان جملوں کا مطلب بھی یہی ہے۔ قُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد بلند آواز سے کہو۔ قُوْلُوْا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، التحیات بلند آواز سے کہو قُوْلُوْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ بلند آواز سے کہو، یہاں غیر مقلد بھی بلند آواز کا لفظ شامل نہیں کرتے۔ تو قولوا آمین میں کیوں شامل کرتے ہیں۔ افسوس کہ غیر مقلدین ایک ضدی فرقہ ہے جو ضد میں آکر قرآن کا بھی انکار کر جاتا ہے اور احادیث کے ترجمے بھی غلط کرتا ہے۔

قرآن کا بھی انکار کر جاتا ہے احادیث کے ترجمے بھی غلط کرتا ہے۔

حدیث (۵)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ

اِذَا قَالَ الاِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾

فَقُوْلُوْا آمین فَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَقُوْلُ آمین وَاِنَّ الاِمَامَ

يَقُوْلُ آمین فَمَنْ وَافَقَ تَامِيْنُهٗ تَامِيْنَ الْمَلَائِکَۃِ غُفِرَ لَهٗ

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (رواہ احمد والنسائی والدارمی واسنادہ صحیح)

(آثار السنن ج ا ص ۹۱ ورواہ ابن حبان فی صحیحہ (ج ا ص ۱۹۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ کہے تم بھی آمین کہو بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

استدلال

اس حدیث سے اہل سنت نے کئی طرح استدلال کیا ہے۔

۱۔ آنحضرت ﷺ نے مقتدی کو حکم دیا کہ وہ امام کی ولا الضالین سن کر آمین کہے۔ مقتدی کی آمین کو ولا الضالین کے ساتھ معلق فرمانا صاف دلیل ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا۔

۲۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ اس لیے بتانے کی ضرورت پیش آئی کہ فرشتوں کی آمین مقتدی سن نہیں سکتے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ اِنَّ الْاِمَامَ يَقُوْلُ آمین یعنی امام بھی آمین کہتا ہے۔ یہ جملہ اس لیے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی آمین یعنی امام کی آمین بھی مقتدیوں کو نہیں سنائی دیتی۔ اگر

مقتدی خود سن سکتے تو پھر آنحضرت ﷺ کا اطلاع دینا ایک لغو کام ہوگا۔ معاذ اللہ۔

ایک شبہ کا ازالہ

ایک غیر مقلد کہنے لگا حضور ﷺ نے فرمایا اذا امن الامام فامنوا اس سے معلوم ہوا کہ امام بلند آواز سے آمین کہتا ہے۔ اس کی آمین سن کر تم بھی آمین کہو یہ بالکل ایسا ہے جیسے اس حدیث میں ہے اذا کبر فکبروا جب امام اللہ اکبر کہے، تم بھی اللہ اکبر کہو تو ظاہر ہے کہ امام بلند آواز سے ہی اللہ اکبر کہتا ہے۔

میں نے کہا اس سے مقتدیوں کا بلند آواز سے آمین کہنا تو بالکل نہیں نکلتا کیونکہ جیسے امام اللہ اکبر بلند آواز سے کہتا ہے تو مقتدی سن کر امام کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں مگر مقتدی آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اس لیے "امنوا" تو "کبروا" کی طرح ہوا کہ جیسی مقتدیوں کی تکبیر آہستہ ہے ایسے ہی آمین آہستہ۔ رہا امام کا آمین کہنا تو اس کو امام کی تکبیر پر قیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ امام اور مقتدی کی تکبیر کا ایک ہی وقت میں ہونا ضروری نہیں۔ اس لیے اگر امام کی تکبیر سن کر امام کے بعد مقتدی اللہ اکبر کہہ دے تو بالکل جائز ہے۔ لیکن آمین کے متعلق بہت سی روایات آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام، مقتدی اور فرشتوں کی آمین بالکل ایک وقت میں ہونی چاہیے۔ تو اب اذا امن کا معنیٰ ہوگا اذا اراد التامین جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے۔ اور ارادہ دل کی بات ہے پس جہر امام کا ثابت نہ ہوا۔

یا اذا امن الامام فامنوا کے معنیٰ ہوں گے اذا بلغ الی موضع استدعی التامین فامنوا یعنی جب امام اس جگہ پر پہنچ جائے۔ جو آمین کو چاہتا ہے تو تم آمین کہا کرو اور یہ معنیٰ دوسری حدیث اذا قال الا مام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ فقولوا آمین کے مطابق ہیں اور یہی معنیٰ بعض علماء امت نے لیے ہیں۔

حدیث (٦)

عَنْ عَلْقَمَةَ بن وَائِلٍ عن اَبِيْهِ اِنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فَلَمَّا بَلَغَ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّيْنَ﴾ قال آمين وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ (رواه احمد وابو داؤد الطيالسى وابو يعلى والدار قطنى والحاكم وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

(زيلعى ج ا ص ۱۹۴) واللفظ للدار قطنى)

حضرت علقمہ اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس جب آپ نے ولا الضالین پڑھا تو آمین کے وقت اپنی آواز کو پوشیدہ کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث(۷)

عن حُجْرِ بن عَنْبَسٍ عن وَائِلِ بن حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِذَا قَرَءَ وَلا الضَّالِّيْن قال آمين وَ خَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ (ابن ابی شیبہ)

حضرت حجر بن عنبس حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضور اقدس ﷺ نے جب ولا الضالین پڑھا تو آمین کہی اور اپنی آواز کو پست کرلیا۔

حدیث(۸)

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَ عِمْرانَ بنَ حُصَيْنٍ رضى الله عنهما تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بنُ جُنْدُبٍؓ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ سَكْتَتَيْنِ، سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّيْنَ﴾ فَحَفِظَ سَمُرَةُ وَاَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ

فَكَتَبَا فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍؓ فَكَانَ فِيْ كِتَابِهٖ اِلَيْهِمَا اَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ.

(رواہ ابوداؤد ج اص ۹ ۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ترجمہ: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کے درمیان مذاکرہ ہوا تو حضرت سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ مجھے خوب حفظ ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں دو سکتے فرماتے تھے ایک تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ کے بعد حضرت عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا اور یہ طے پایا کہ اس کے متعلق حضرت ابی بن کعبؓ کو لکھیں چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب دیا کہ واقعی حضرت سمرہؓ نے خوب یاد رکھا ہے۔

حدیث (۹)

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِهِمْ سَكَتَ سَكْتَتَيْنِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ سَكَتَ اَيْضًا هُنَيَّةً فَاَنْكَرُوْا ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَكَتَبَ اِلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَتَبَ اِلَيْهِمْ اُبَيٌّ اَنَّ الْاَمْرَ كَمَا صَنَعَ سَمُرَةُ.

(رواہ احمد والدارقطنی واسنادہ صحیح (آثار السنن ج اص ۹۶)

حضرت حسن حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نماز پڑھاتے تو دو سکتے کرتے ایک نماز شروع کرتے ہی، دوسرا و لا الضالین کے بعد پس لوگوں نے اس پر انکار کیا۔ پس انہوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو اسکے متعلق لکھا تو حضرت ابی بن کعب نے جواب میں لکھا کہ بے شک حکم ویسا ہی ہے۔ جیسا حضرت سمرہؓ نے کیا ہے۔

حدیث(۱۰)

عن مغیرة عن ابراهیم انه کان اذا کبر سکت هنیة واذا نهض فی الرکعة الثانیة لم یسکت وقال ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۹)

حضرت مغیرہ امام نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں آپ جب تکبیر کہتے تو تھوڑا سا سکتہ فرماتے اور دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر سکتہ نہ فرماتے اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ پڑھتے۔

استدلال

ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ دو سکتے فرماتے تھے۔ ایک پہلی تکبیر کے بعد یعنی ثناء کے لیے دوسرا سکتہ ولاالضالین کے بعد اور آپ احادیث میں بار بار پڑھ چکے ہیں کہ ولاالضالین کے بعد آمین ہوتی ہے اور اس حدیث میں سکتہ کا لفظ ہے جس سے ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت ثناء آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔ اسی طرح آمین بھی آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ ولاالضالین کے بعد سکتہ آمین کہنے کے لیے تھا۔ یا کسی اور چیز کے لیے اگر آمین کے لیے تھا۔ تو مدعی ثابت ہو گیا کہ آمین آہستہ کہنی مسنون ہے۔ اور اگر یہ سکتہ کسی اور چیز کے لیے تھا۔ تو یہ بعد آمین ہوا، بعد ولاالضالین نہ ہوا۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ ہیں اذا فرغ من قرأة ولا الضالین.

اس واسطے اب روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ سکتہ آمین کہنے کے لیے تھا اور پھر ان احادیث میں حفظ کا لفظ ہے۔ یعنی جس طرح حافظ قرآن کو خوب یاد رکھتا ہے، اسی طرح یہ مسئلہ حضرت سمرہؓ کو خوب یاد تھا اور حضرت ابی نے اس کو امر یعنی حکم فرمایا

ہے گویا یہ آنحضرت ﷺ کا حکم بھی ہے۔ اور غیر مقلد تو کان، اذا سے دوام مراد لیا کرتے ہیں۔

آمین بلند آواز سے کہنے سے دوسرے سکتے کا وجود بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اور سنت کی مخالفت لازم آتی ہے۔

خلفائے راشدین

آنحضرت ﷺ نے اختلاف کا ذکر فرماتے ہوئے اختلاف سے بچنے کا زریں اصول بیان فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ تم میرے طریقے اور میرے خلفاء کے طریقے کو لازم پکڑو گویا احادیث میں اختلاف کے وقت وہ احادیث راجح اور معمول بہا قرار دی جائیں گی۔ جن کے موافق خلفائے راشدین کا عمل ہوگا۔

عن ابی وَائِل قَالَ كَانَ عَلِیٌّ وَعَبْدُاللهِ لا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم وَلا بِالتَّعوذِ وَلا بِالتَّامِيْنِ.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

وفيه ابو سعد البقال وهو ثقه مدلس (مجمع الزوائد ج۱ص۱۸۵)

ابو وائل سے روایت ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز میں نہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ نہ تعوذ اور نہ آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔

عن ابی وائل قال لَمْ يَكُنْ عمر وعلی يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم وَلا بِآمِيْن

(رواہ ابن جریر الطبری فی تہذیب الاثار الجوہر النقی ج۱ص۱۳۰)

ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ نہ تعوّذ اور نہ آمین بلند آواز سے کہا کرتے تھے۔

رَوٰى اَبُومَعْمَرٍ عَنْ عُمَرَؓ بن الْخَطَّابِ اَنَّهٗ قَالَ يُخْفِى الْاِمَامُ اَرْبَعًا اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم وَآمِيْن وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ. (عینی شرح ہدایہ)

ابومعمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ آواز سے پڑھے: تعوذ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم، آمین، ربنا لک الحمد.

ایک حقیقت

خلفائے راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ کا بھی بلند آواز سے آمین کہنا ثابت نہیں اور نہ ہی ان چاروں خلفاء کے مقتدیوں کا کبھی بھی آمین بلند آواز سے کہنا ثابت ہے۔ بلکہ خلافت راشدہ میں کسی ایک شخص کا آمین بالجہر کہنا ثابت نہیں اگر کسی غیر مقلد میں کوئی دم خم ہے تو خلفاء راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ سے یا پورے دور خلافت راشدہ میں ایک ہی مسجد یا ایک ہی شخص کی نشان دہی کریں کہ وہ آمین بالجہر کا قائل تھا اور بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو معاذ اللہ یہودی اور بے دین خیال کرتا تھا۔ دیدہ باید۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ خَمْسٌ يُّخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَالتَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم وآمين وَاللّٰهُمَّ رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ.

(رواہ عبدالرزاق واسنادہ صحیح۔ آثار السنن ج ۱ ص ۹)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ امام پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ، اَعُوْذُ بِاللهِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، آمین، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ

حضرت علامہ ابراہیم نخعیؒ سید التابعین ہیں۔ آپ دار العلم کوفہ کے مفتی تھے۔ یہ شہر دار العلم تھا۔ ہزاروں محدثین اور فقہاء کا مسکن تھا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ عہد صحابہ میں ہی پیدا ہوئے اور عہد صحابہ میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی جلالت علم کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں آپ فتویٰ دیتے تھے عہد صحابہ میں ہی حضرت علامہ نخعیؒ نے آمین کے آہستہ کہنے کا فتویٰ دیا۔ لیکن کسی ایک صحابی نے اس پر انکار نہ فرمایا کہ یہ فتویٰ خلاف سنت ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ سنت کے کس قدر شیدائی تھے۔ وہ اپنی جان، مال، عزت، آبرو سب کچھ اتباع سنت کے لیے نچھاور کرنے کے لیے ہر آن تیار رہتے تھے۔ لیکن آہستہ آمین کے فتویٰ کے خلاف نہ کسی صحابی کی آواز اٹھتی ہے۔ نہ تابعی کی اور نہ تبع تابعی کی۔ نہ کوئی تقریر آہستہ آمین کے خلاف ہوتی ہے۔ نہ کوئی رسالہ لکھا جاتا ہے۔ نہ تو کسی مسجد میں لڑائی جھگڑا کھڑا کر کے مناظروں کے چیلنج دیے جاتے ہیں۔ نہ ہی بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو معاذ اللہ یہودی، مخالف سنت کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ صحابی جن کی روایت کو آمین بالجہر کی دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت کوفہ میں موجود ہیں۔ لیکن اس فتویٰ کے خلاف کوئی حدیث نہیں پڑھتے۔ نہایت پرسکون ماحول ہے۔ یہاں پاک و ہند میں بھی انگریز کے دور سے پہلے ایسا ہی پرسکون ماحول تھا۔ نہ کوئی رسالہ آمین بالجہر پر لکھا گیا نہ ان بارہ صدیوں میں کوئی ایسی تقریر ہوئی۔ جس میں بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو یہودی، منکرین نبوت و رسالت کہا گیا ہو نہ کسی مسجد میں ایسا جھگڑا ہوا۔ لیکن جونہی انگریز کے منحوس قدم اس زمین پر آئے۔ بس اس سفید آقا کے اشاروں پر یہاں کے مسلمانوں کو لڑانا بعض لوگوں نے سب سے بڑا دینی فریضہ سمجھ لیا۔ اور کوئی جلسہ، کوئی تقریر ان خرافات سے

خالی نہ رہی۔ سینکڑوں رسالے لکھے گئے۔ ہزاروں تقریریں ہوئیں، اور ملی اتفاق واتحاد کو اس آگ میں جھونک دیا گیا۔ جو آج تک بجھنے کا نام نہیں لیتی۔ الحاصل یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ نمازوں میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں ان کا یہ مسئلہ قرآن پاک کے ساتھ موافقت، نبی اکرم ﷺ کے عمل سے مطابقت، ملائکہ ارض وسما کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں خلفائے راشدین کی متابعت ہے اور خیر القرون صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے تعامل کی حمایت ان کو حاصل ہے۔ ان کو آج ایک ایک زبان سے سو سو گالیاں دینا کہ مقلد ہے، جاہل ہے، اندھا ہے، اس کے گلے میں پھندا ہے یہ دل ودماغ کا گندا ہے۔ یہ بدعتی ہے۔ مشرک ہے بے دین ہے، جیسا کہ اکثر نئے مجتہدین نے اپنی تحریر وتقریر میں یہ طرز تخاطب اختیار کر رکھا ہے۔ ایسا ننگ انسانیت طرز تخاطب وہی شخص اختیار کیا کرتا ہے۔ جو استدلال سے تہی دامن ہو اور اس تہی دامنی کا اس کو احساس بھی ہو۔

باب سوم

اس باب میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ غیر مقلدین کی زنبیل میں کیا ہے۔ وہ اپنے رسالوں میں کیا لکھتے ہیں۔ اور کس بل بوتے پر وہ مناظروں کے چیلنج دے دے کر سکون سے بسنے والے مسلمانوں کی نیند حرام کرتے ہیں اور ہر مسجد اور ہر گھر کو میدان جنگ بنا دیتے ہیں۔

۱۔ اس بارے میں سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیے۔ کہ ان کا ہر مجتہد ہر مصنف اور ہر مناظر اپنے مسئلہ کے تقریباً اسی فیصد پہلو کو ایسا چھپاتا اور تقیہ کے صندوق میں ایسا بند کرتا ہے کہ کسی کو خواب میں بھی پتہ نہ چلے وہ یہ ہے کہ جب یہ لوگ تنہا نماز ادا کرتے ہیں۔ تمام فرائض، سنن اور نوافل میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں ان تمام جگہوں میں آہستہ آمین کہنے کے ان کے پاس کیا دلائل ہیں اس پر آج تک انہوں نے نہ کوئی رسالہ لکھا نہ کوئی مناظرہ کیا نہ کوئی دلیل بیان کی بلکہ جتنے رسائل اور

مضامین مسئلہ آمین پر ان لوگوں نے آج تک لکھے ہیں۔ان میں کبھی بھول کر بھی یہ تذکرہ نہیں کیا کہ ہم بھی اکثر جگہ آمین آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۲۔ اس بارے میں دوسری بنیادی بات یہ تھی کہ نماز کے تمام اذکار اور دعائیں یہ لوگ بھی آہستہ آواز میں پڑھتے ہیں صرف آمین کو ہی ان لوگوں نے تمام تسبیحات اور دعاؤں سے کیوں مخصوص کر لیا ہے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے کہ مقتدی سوائے آمین کے باقی سب کچھ آہستہ آواز سے پڑھیں اس بنیادی بات کو بھی ان لوگوں نے بالکل ہی نظر انداز کر رکھا ہے۔

۳۔ مسئلہ کا تیسرا پہلو یہ تھا کہ جو شخص باجماعت نماز ادا کرے وہ صرف چھ رکعات میں آمین بلند آواز سے کہے۔اور بقیہ گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہے۔یہاں بھی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہنے کے ثبوت کو شاید اس لیے نظر انداز کر جاتے ہیں کہ گیارھویں سے خاص نفرت ہے۔نو دو گیارہ کا عملی ثبوت فراہم کر دیں۔لیکن صرف چھ رکعتوں میں تخصیص کا تو کوئی ثبوت ہوتا۔اس تخصیص کے لیے کوئی صریح آیت یا صریح حدیث انہوں نے کبھی ذکر نہیں کی اور نہ قیامت تک دکھا سکتے ہیں۔انشاءاللہ العزیز۔

ہمارا مسئلہ چونکہ ایک پہلو ہی رکھتا ہے (یعنی ہر نماز میں آمین آہستہ کہنی چاہئے) اس لیے ہمارے سابقہ دلائل کافی شافی اور وافی ہیں اس کے برعکس چونکہ غیر مقلدوں کا مسلک چار پہلو رکھتا ہے اس لیے ہر پہلو پر تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے۔اور میں یہاں ایک اپنی گفتگو درج کرتا ہوں۔

پہلا حصہ

نماز کے تمام اذکار اور دعائیں تم لوگ آہستہ ادا کرتے ہو صرف آمین بلند آواز سے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے؟

۱۔ کیا قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی ہے۔جس میں یہ تخصیص ہو کہ نماز کے

تمام اذکار آہستہ ادا کرو اور صرف آمین بلند آواز سے کہو۔ ہمارا چیلنج ہے کہ پورے قرآن پاک میں کوئی صریح ایک بھی آیت نہیں ہے۔

۲۔ اسی طرح دنیا کے کتب خانوں میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔ جس میں یہ صراحت اور وضاحت ہو کہ نماز کے باقی تمام اذکار آہستہ ادا کرو۔ مگر آمین بلند آواز سے کہا کرو۔

دوسرا پہلو

کہ جب نمازی اکیلا نماز ادا کرے تو خواہ نماز فرض ہو یا نفل یا سنت، اس کی ہر رکعت میں آمین آہستہ آواز سے کہے۔

اس بارے میں ان لوگوں نے منفرد یعنی اکیلے نمازی کی جو تخصیص کی ہے، یہ نہ کسی آیت قرآنی سے صراحۃً ثابت ہے۔ نہ کسی حدیث نبوی ﷺ سے صراحۃً ثابت ہے۔ غیر مقلدین حضرات میں اگر علم واستدلال کا ذرہ بھی موجود ہے تو وہ صراحۃً یہ تخصیص کتاب وسنت سے دکھائیں۔ ورنہ کبھی اہل سنت و جماعت کو منہ نہ دکھائیں۔ دیدہ باید۔

ایک ضروری نوٹ

شاید میرے بعض حنفی دوست خیال کریں کہ یہ مسئلہ فروعی اور اجتہادی نوعیت کا ہے۔ اس لیے بعض ائمہ میں مختلف فیہ ہے۔ تو مطالبہ میں اتنی سختی نہیں چاہیے تو میں عرض کروں گا کہ یہ آپ کا عندیہ ہے۔ غیر مقلدین اس مسئلے کو ہرگز ہرگز اجتہادی نہیں سمجھتے بلکہ ان کا اعلان ہے کہ یہ مسائل مثلاً آمین بالجہر، قرأۃ خلف الامام رفع یدین اجتہادی مسائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک یہ اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہے۔ اس لیے غیر مقلدوں کا فرض ہے کہ وہ دلائل ایسے پیش کریں جو ثبوت اور دلالت میں قطعی ہوں اور متعارض یا مرجوح نہ ہوں۔

تیسرا پہلو مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ

غیر مقلدوں کا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی صرف چھ

رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

۱۔ قرآن پاک میں یہ مسئلہ ہرگز ہرگز موجود نہیں ہے کہ مقتدی صرف چھ رکعتوں میں امام کے پیچھے آمین بلند آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کی ایک بھی قولی حدیث نہیں ہے جس میں یہ وضاحت اور صراحت ہو کہ مقتدی امام کی اقتداء میں صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے۔

۳۔ صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، نسائی، ابوداود، ترمذی ابن ماجہ وغیرہ کسی حدیث کی کتاب میں ایک بھی حدیث صحیح یا حسن ایسی نہیں ہے۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ آنحضرت ﷺ کے مقتدی آپ کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

۴۔ خلفاء راشدین سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ وہ بحالت اقتداء چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

۵۔ خلافت راشدہ کے پورے دور میں یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خلفائے راشدین کے مقتدی ان خلفاء کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور گیارہ رکعات میں آہستہ۔

آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ جب قرآن ان کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا اور بخاری مسلم نے بھی ان کو دھتکار دیا ہے۔ باقی اصحاب صحاح نے بھی ان یتیموں اور مسکینوں کو لاوارث قرار دے دیا ہے۔ تو آخر یہ کس بھروسے پر مسلمانوں میں سر پھٹول کرا رہے ہیں۔

ایک دفعہ میں نے ان کے ایک بہت بڑے مولوی سے پوچھا کہ مقتدیوں کی آمین کے بارے میں آپ کے پاس کوئی صحیح صریح حدیث ہے۔ انہوں نے فرمایا بخاری مسلم وغیرہ میں تو کچھ نہیں صرف ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ترک الناس التامین سب لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا ہے۔ اور رسول پاک ﷺ جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو آمین کہتے تھے۔ یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے۔ پھر مسجد گونج جاتی تھی۔ (ابن ماجہ ص ۶۱)

میں نے کہا یہاں مقتدی آپ نے کس لفظ سے سمجھا۔ اس نے کہا یہاں مقتدی کا لفظ صراحۃً تو موجود نہیں ہے۔ لیکن مسجد کے گونجنے سے قیاس یہی ہوتا ہے۔ کہ یہ مقتدیوں کی آواز سے ہی گونج پیدا ہوتی تھی۔

میں نے کہا کہ آپ کے نزدیک تو قیاس کرنا شیطان کا کام ہے آپ نے یہ شیطانی کام کر کے اپنی اجتہادی شان کو داغدار کر لیا ہے۔

پھر یہ جملہ جس پر آپ نے یہ قیاس کی عمارت کھڑی کی ہے خود بے بنیاد ہے اور عقل و نقل اس کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں ذرا سنیے۔

۱۔ یہی روایت ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴ اور مسند ابویعلی (آثار السنن ج ۱ ص ۹۴) پر بھی موجود ہے۔ مگر وہاں یہ گونج پیدا کرنے والا جملہ نہیں ہے۔

۲۔ اس کی سند کا راوی بشیر بن رافع ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۴۷، پر امام بخاریؒ، امام احمدؒ، امام ابن معینؒ، امام نسائیؒ سے اس کا ضعیف ہونا نقل کر کے پھر ابن حبان سے تو یہ نقل کیا ہے کہ یروی اشیاء موضوعۃ وہ بالکل جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔ اور علامہ ابن عبدالبرؒ نے کتاب الانصاف میں لکھا ہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایات کا شدت سے انکار کیا جائے اور اٹھا کر پھینک دیا جائے۔

۳۔ اس کا دوسرا راوی ابن عم ابی ہریرہؒ ہے جو مجہول ہے۔ کیا اس جھوٹی اور بناوٹی روایت کے بل بوتے پر سارا فساد و عناد برپا کیا جا رہا ہے۔

۴۔ یہ جملہ قرآن پاک کے صراحۃً خلاف ہے۔ کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آمین کی آواز تو صرف پہلی صف تک گئی۔ لیکن آپ کے خیال میں مقتدیوں کی آواز آنحضرت ﷺ کی آواز سے اتنی زیادہ بلند تھی کہ مسجد گونج اٹھی۔

اس جھوٹی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کھلم کھلا قرآن پاک کی مخالفت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ﴿لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی...﴾ یعنی اپنی آواز کو نبی پاک ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال اکارت جائیں گے۔ اب یہ جھوٹی روایت بتاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ خاص طور پر مسجد میں اور خاص حضور اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر اس قرآنی حکم کی مخالفت کرتے تھے۔ اور اپنی نمازوں کو برباد کر دیتے تھے۔

۵۔ اس جھوٹی روایت میں مسجد نبوی ﷺ کے گونجنے کا ذکر ہے حالانکہ گونج پختہ اور گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی جس میں گونج پیدا ہونا ہی محال ہے۔

الغرض آپ نے جس جملے پر اپنے قیاس کی بنیاد رکھی تھی اس کا یہ حال ہے کہ قرآن کی بارگاہ میں اس جملے کا گزر نہیں ہو سکتا، عقل نے اس کے منہ پر تھوک دیا ہے۔

۶۔ اب یہ بھی سنئے کہ خود غرضی اور مطلب پرستی کے تحت جناب نے قرآن کو چھوڑا علم و عقل سے منہ موڑا۔ سب صحابہ کی نمازوں کو برباد مان لیا، لیکن دیکھو اب یہی جھوٹی روایت کس طرح تمہارا منہ بند کرتی ہے۔

اس کا پہلا جملہ یہ ہے کہ ترک الناس التامین لوگوں نے آمین چھوڑ دی ہے اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ کیونکہ آپ لوگ اس روایت کو آمین بالجہر کے ثبوت ہی میں پیش کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس جملے سے ایک متنفس کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی بلند آواز سے آمین کہنے والا نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا وصال ۵۹ھ میں ہوا ہے اور

آپ نے خلافت راشدہ کو بھی دیکھا تو معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور کبار تابعین میں سے ایک شخص بھی بلند آواز سے آمین نہ کہتا تھا۔ کیونکہ صحابہؓ کا دور ۹۰ھ تک عام ہے اور اس وقت لوگ صحابہؓ یا تابعین ہی تھے۔

۷۔ میں نے پوچھا کہ تمام ذخیرہ حدیث سے یہ ایک جھوٹی روایت آپ نے پلے باندھی تھی لیکن افسوس ہے کہ یہ چھ رکعت اور گیارہ رکعت کی تفصیل اس میں بھی نہیں، یہ آپ نے کہاں سے لیا کہ مقتدی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

اب اس شخص کی حالت قابل دید تھی، شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا میں نے دو تین بار جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھا کہ حضرت کچھ تو فرمائیے۔ آخر نہایت شرمسار ہو کر کہنے لگا کہ جناب اس بارے میں ہمارا قیاس ہے۔ میں نے کہا کہ قیاس تو کار شیطان ہے آپ سارا قرآن اور ساری حدیثیں قیاس کے رد میں پڑھ جایا کرتے ہیں۔ آخر آج یہ کیا قصہ ہے خیر بتائیے کہ قیاس سے کیسے ثابت ہوا کہ مقتدی چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کہے اور گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے۔

تو اس نے کہا کہ جناب ہمارے قیاس میں آمین قرآن پاک کے تابع ہے۔ اگر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھا جائے تو آمین بھی بلند آواز سے کہی جائے گی اور جب قرآن پاک آہستہ پڑھا جائے گا تو آمین بھی آہستہ کہی جائے گی۔

میں نے کہا بہت خوب کسی نے خوب کہا ہے جس کا کام اسی کو ساجھے، اور کرے تو ٹھینگا باجے۔ محترم یہ تو بتائیے کہ کیا آپ کے مقتدی امام کے پیچھے قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا جب وہ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں تو آپ کے قیاس کے مطابق بھی ان کو آمین آہستہ آواز میں کہنی چاہیے اب تو اس پر سکتہ طاری تھا، کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

میں نے کہا یہ ہے مقلدوں کی مار کہ ان سے ڈر کر قرآن سے منہ موڑا، عقل

کو چھوڑا اصحابہؓ کی نمازوں کو برباد بتایا، شیطان کی خایہ بوسی بھی کی مگر مقلدین کے سامنے اجتہاد بے گور و کفن تڑپ رہا تھا۔ اور کوئی اس کا جنازہ پڑھنے والا نہ ملتا تھا۔ اور ﴿فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ...﴾ کا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔

ایک دوسرے مجتہد صاحب سے گفتگو ہوئی میں نے پوچھا جو مقتدیوں کو آپ امام کی اقتداء میں چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کا حکم دیتے ہیں اور گیارہ رکعات میں آہستہ آمین کا یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے یا رسول اللہ ﷺ کا۔ کہنے لگا یہ نہ خدا کا حکم ہے نہ رسول کا، میں نے کہا کیا آنحضرت ﷺ کے مقتدی ایسا کرتے تھے یا خلفائے راشدین کے مقتدی؟ کہنے لگا ان سے بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ میں نے کہا آخر یہ مقتدیوں کو مسئلہ کہاں سے بتایا اس نے کہا صحیح بخاری میں ہے امن ابن الزبیرؓ و امن من خلفه حتی ان للمسجد للجته کہ عبداللہ بن زبیر نے آمین کہی اور ان کے مقتدیوں نے آمین کہی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی۔ میں نے کہا یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے مقتدیوں سے اس طرح چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہنا ثابت نہیں ہو سکا۔ خلافت راشدہ کا دور ختم ہونے کے کئی سال بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ خیر آپ پہلے بتائیں کہ بخاری میں اس روایت کی کوئی سند ہے؟ کہنے لگا نہیں بخاری نے اگرچہ اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی لیکن امام بخاریؒ کی تعلیقات حجت ہیں کیونکہ ہمیں ان کی علمی مہارت پر کلی اعتماد ہے۔ میں نے کہا یہی اعتماد تو تقلید ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کا اجتہاد اتنا سخت جان ہے کہ شرک کی دلدل میں پھنس کر بھی اس کی توحید میں فرق نہیں آتا۔

پھر اس میں صرف ایک وقت کا ذکر ہے اور اس سے سنت کیسے ثابت ہوگی اور اس میں تو یہ بھی ذکر نہیں کہ یہ آمین نماز کے اندر تھی یا نماز کے بعد اور اگر نماز کے اندر تھی تو سورۃ فاتحہ کے بعد تھی یا قنوت نازلہ کے وقت جب اس میں اتنے احتمالات ہیں تو استدلال کیسا؟

پھر کیا آپ کے نزدیک قرآن حدیث کو چھوڑ کر ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی جائز ہے یا شرک، اور اگر جناب نے ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی کر لی ہے تو وہ تو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور وہ عیدین میں اذان بھی کہتے تھے اور اقامت بھی۔ (معارف السنن ص ۴۶۰ بحوالہ تہذیب الآثار طبری) بلکہ طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۸، میں ہے کہ وہ سرے سے آمین ہی نہ کہتے تھے (ص ۱۲۰ ج ۱)

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

غیر مقلد کہنے لگا عطا نے دوسو صحابہؓ کو آمین کہتے دیکھا۔ میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دوسو صحابہ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت کسی ایک شہر میں دوسو صحابہ موجود ہوں۔

ازاں بعد جب خلفائے راشدین کے زمانہ میں سے ۲۰ رکعت تراویح شروع ہوئیں اس کو تو آپ بدعت کہتے ہیں تو اب ابن زبیرؓ کے فعل سے استدلال کر کے اس کی تقلید شخصی کر کے مشرک کیوں بنتے ہو؟

پھر بھی ان روایات میں یہ نہیں ہے کہ چھ رکعات میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

ہمارا تو ایسے اجتہاد کو دور سے سلام ہے کہ کبھی شرک کی دلدل میں پھنسے کبھی بدعت کی وادی میں بھٹکے کبھی کسی کی تقلید شخصی کرے لیکن پھر بھی مقلدین کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

الغرض مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنا نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ آنحضرت ﷺ کے مقتدیوں سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدین کے مقتدیوں سے۔

آخر جب اسے کوئی دلیل نہ ملی تو کہنے لگا چونکہ امام کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہے۔ اس لیے مقتدیوں کے مسئلے کو ہم نے اسی پر قیاس کرلیا ہے۔ میں نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ کہ آخر کار آپکے اجتہاد کی تان قیاس پر ہی آ کر ٹوٹتی ہے۔ تقریروں اور تحریروں میں اس کو کار

شیطانی کہا جاتا ہے اور اندرون خانہ قیاس کے سامنے سجدے کیے جاتے ہیں۔

اچھا یہاں قیاس کس طرح فرمایا ہے کہنے لگا جب امام بلند آواز سے کہتا ہے تو مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے کہنی چاہیے۔

میں نے کہا اولاً تو امام کے لیے بھی یہ ثابت نہیں تو بنائے قیاس ہی غلط ہے۔

دوسرے یہ کہ امام تو تمام تکبیرات بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔ سمع اللہ لمن حمدہ بھی بلند آواز سے کہتا ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بھی بلند آواز سے کہتا ہے تو جناب کے قیاس پر تو مقتدی کو بھی یہ سب کچھ بلند آواز سے کہنا چاہیے۔ اب تو مجھے کہنا پڑا۔

در کفر ہم ثابت نہ ای زنار را رسوا مکن

دعویٰ کا چوتھا حصہ

امام کا آمین بالجہر کہنا۔

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ امام کو تمام عمر روزانہ چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہنا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہنا سنت موکدہ ہے۔

غیر مقلدین کو یہ اقرار ہے۔ کہ قرآن پاک کی کسی آیت میں ہمارا یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے۔ اس لیے وہ اپنے استدلال کی بنیاد حدیث پر رکھتے ہیں۔

حدیث کا استدلال دیکھنے سے پہلے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آمین کہنا بھی سنت موکدہ ہے اور اس کا بلند آواز سے کہنا بھی سنت موکدہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آمین کا سنت موکدہ ہونا تو آنحضرت ﷺ کی قولی احادیث سے ثابت ہے۔ آپ نے قولوا آمین کہہ کر اس کا حکم دیا۔ پھر اس پر ترغیب کے لیے بار بار فرمایا کہ اس میں فرشتے بھی تمہارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اور مزید ترغیب کے لیے بار بار یاد دہانی کرائی کی آمین کہنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آمین نہ کہنے والے کی نامرادی بھی آپ نے مثال دے کر سمجھائی۔ یہ تمام احادیث آپ باب دوم میں پڑھ چکے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر نفس آمین کی طرح آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی سنت موکدہ ہے تو آنحضرت ﷺ کا کوئی حکم دکھایا جائے کہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہو کہ تم نماز میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہا کرو اور یہ بھی دکھایا جائے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ ان چھ رکعتوں میں اونچی آواز سے آمین کہنے کی وجہ سے تمہیں یہ یہ ثواب ملے گا اور نہ کہنے میں تم اس طرح محروم ہو گے۔

لیکن بار بار مطالبہ کے باوجود آج تک غیر مقلد مجتہدین شرمائے اور منہ چھپائے بیٹھے ہیں کسی کو یہ جرات نہیں ہوئی۔ کہ وہ آنحضرت ﷺ کا حکم اور اس پر ترغیب اور مزید ثواب کا کوئی وعدہ دکھا سکے۔

ہم حیران ہیں کہ نماز فجر کے بعد اشراق پڑھنے والے کو ایک حج اور ایک عمرہ کے ثواب کا وعدہ ہو۔ جو صرف ایک نفل کام ہے سنت نہیں اور نماز عصر کی پہلی چار سنتیں جو غیر موکدہ ہیں۔ ان پر جنت میں محل کی خوش خبری حضور اقدس ﷺ کے ارشادات میں مل جائے۔ لیکن آمین بالجہر جو ایسی سنت مؤکدہ ہے کہ ہر مسجد میں لڑائی وفساد اس کی بنا پر کھڑا ہو جاتا ہو۔ اس کا نہ تو رسول پاک ﷺ حکم دیں نہ اس کا کوئی زیادہ ثواب بتائیں۔

ایک ضروری وضاحت

(ا) آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں پریس نہ تھا کہ کسی کتاب میں تمام مسائل تفصیل کے ساتھ لکھ دیے جاتے۔ اور جو شخص آتا اسے وہ کتاب دے دی جاتی۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ مثلاً نماز پڑھائی تو بلند آواز سے پڑھ کر ان نو مسلموں کو نماز کا طریقہ تعلیم فرما دیا۔ مثلاً: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متفق علیہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز ختم فرماتے تو بلند آواز سے تکبیر فرماتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۴، مسلم ج ۱ ص ۲۱۷، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۳) اس کے متعلق امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صرف تعلیم کے لیے تھا (کتاب الام ج ۱ ص ۱۱۰) سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۸۴ انووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱۷ فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۹ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۶)

۲۔ اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی ظہر کی نماز میں کوئی بلند آواز سے آیت پڑھتے کہ مقتدی سن لیتے (عن قتادہؓ) یہ بھی صرف تعلیم کے لیے ہوتا تھا۔

۳۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ رات کو نماز پڑھی۔ میں نے سنا کہ آپ پڑھ رہے تھے اللہ اکبر والجبروت۔ (نسائی ص ۱۱۳)

۴۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے اور آپ سے سورۃ لقمان کی آیت سنا کرتے تھے۔ (نسائی ج ا ص ۱۱۳)

۵۔ اسی طرح صحابہ کا آنحضرت ﷺ سے رکوع سجود کی تسبیحات اور تشہد اور دعائیں سننا بکثرت احادیث میں آتا ہے۔

۶۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے نماز میں سبحانک اللھم بلند آواز سے پڑھا جیسا کہ کتاب الآثار امام محمدؒ اور طحاوی شرح معانی الآثار میں مذکور ہے۔

الغرض اس زمانہ میں طریقہ تعلیم یہی تھا۔ آج کل بھی مدارس میں جب بچوں کو نماز کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ تو وہ سب ساری نماز بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ لیکن کوئی اس کو سنت مؤکدہ نہیں کہتا۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا بلند آواز سے آمین کہنا بھی حضرت وائلؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے جو نو مسلم تھے۔ ظاہر ہے کہ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کیا تو یقیناً ان کو نماز کا طریقہ سکھایا گیا تو اگر آنحضرت ﷺ نے ان کی تعلیم کے لیے مثل قرأۃ ظہر یا دیگر اذکار و ادعیہ کے اگر آمین بھی بلند آواز سے کہہ لی ہو تو اس سے ہمیں انکار نہیں۔ ہمیں تو اس کے سنت موکدہ ہونے سے انکار ہے اس کو ایک اور مثال سے سمجھیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ روزہ کی حالت میں مباشرت (بوس و کنار) فرما لیتے تھے تو اس کے ثبوت کا ہمیں انکار نہیں۔ ہاں اگر کوئی اس کو روزہ کی حالت میں سنت موکدہ کہنا شروع کر دے۔ اور روزہ کی حالت میں مباشرت نہ کرنے والے مرد و عورت کا روزہ ناقص اور خلاف سنت بتائے تو

ہم اس کا انکار کریں گے۔ اسی طرح صرف حضور کا بلند آواز سے آمین کہنا دکھا دینا اس سے اس کے سنت ہونے کا ثبوت نہ ہوگا۔ جب تک اس پر دوام ثابت نہ کریں۔ یا آخری وقت تک آمین کہنا نہ ثابت کریں۔

اس وضاحت کے بعد اب گزارش ہے کہ کہنے کو تو ان کے مناظرین جب اپنے عوام پر اپنا رعب جماتے ہیں۔ یا اپنی مسند اجتہاد کو رونق بخشتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چار سو صحیح حدیثیں ہیں اور ان کے دل و دماغ میں یہ پیوست کرتے ہیں۔ کہ دیکھو حنفی ایک ہی مسئلے میں چار سو احادیث کے منکر ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ آمین بالجہر کی اگر کسی روایت کو کھینچ تان کر حسن تک لایا جا سکتا ہے وہ صرف حضرت وائلؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات ہیں اور بس اب مرزا جی تو پانچ کو پچاس گنتے تھے۔ یہ دو چار کو چار سو بنا لیں۔ وہ ایک نقطہ لگاتے تھے۔ یہ دو لگا لیں تو بس اسی قسم کے جھوٹ ان لوگوں کے اجتہاد کی رونق ہیں اگر یہ لوگ جھوٹ نہ بولیں تو ان کے اجتہاد کی منڈی سنسان ہو جائے۔

حضرت وائل کی حدیث

۱۔ حجر بن عنبس روایت کرتے ہیں کہ وائل رضی اللہ عنہ نے کہا۔
میں نے حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ نے آمین کہی۔ مد بھا صوتہ۔

(ترمذی ص ۶۳ دارقطنی ص ۱۲۷)

اس روایت کا مدار حضرت سفیان ثوریؒ پر ہے۔ سفیان ثوری کے دس شاگرد ہیں۔ جن میں سے ۹ شاگرد یحییٰ بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، عبداللہ بن یوسف، محمد بن یوسف، قبیصہ، وکیع، محاربی، علاء بن صالح، یحییٰ بن سلمہ، تو اس حدیث میں مد بھا صوتہ کہتے ہیں جو جہر پر نص نہیں ہاں صرف ایک شاگرد محمد بن کثیر رفع بھا صوتہ کہتا ہے۔

(ابو داؤد ج ۱ ص ۹۴ دارمی ص ۱۴۸) یہ کثیر الغلط ہے۔ (تقریب)

پس صحیح روایت مد بھا صوتہ ہے اور رفع بھا صوتہ کثیر الغلط اور شاذ

ہے۔مدبها صوته کا یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ آپ نے آمین کے الف کو کھینچ کر لمبا کر کے پڑھا۔ یہاں جہر مراد نہیں کیونکہ دوسرے باب میں آپ صحیح سندوں سے پڑھ چکے ہیں کہ حضرت وائلؓ نے خفض بها صوته اور اخفی بها صوته بھی روایت کیا ہے۔جس کے معنی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے آہستہ آواز سے آمین کہی۔

ا۔ سفیان ثوریؒ کوفی ہیں اور غیر مقلد جب اپنے نشہ اجتہاد میں مست ہوتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ کوفہ والوں کی روایت بے نور ہوتی ہے۔(حقیقت الفقہ) نہ معلوم آج کیوں کوفہ والوں کے سامنے سجدہ سہو ہو رہا ہے۔

۲۔ نیز یہ سفیان ثوریؒ خود آمین آہستہ آواز سے کہا کرتے تھے۔اور غیر مقلد حضرات جب اپنی اجتہادی ترنگ میں ہوں تو کہا کرتے ہیں۔کہ جو آمین آہستہ کہتا ہی وہ منکر سنت ہے، یہودی ہے۔لیکن آج غرض سامنے ہے مطلب برآری کرنی ہے۔اس لیے ایسے شخص کی روایت کو بھی سر آنکھوں پر رکھا جا رہا ہے۔

۳۔ حضرت وائل بن حجرؓ بھی آخر کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔اور انہیں کے ہم مسلک تھے دیکھیے اب غیر مقلدان کا اسلام بھی مانیں گے یا نہیں۔

دوسرا طریق

(ا) عبدالجبار اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آمین کہی۔یرفع بها صوته . (نسائی ج ا ص ۸۹)

۲۔ فسمعته وانا خلفه میں نے آپ کی آمین سن لی میں آپ کے پیچھے تھا۔ (نسائی ج ا ص ۹۴)

۳۔فسمعنا هامنه ہم نے آپ کی آمین سن لی۔ (ابن ماجہ ص ۹۲)

۴۔قال آمین مدبها صوته۔آواز کو کھینچا۔(دار قطعنی ج ا ص ۱۲۷)

۵۔انه سمع یقول آمین اس نے آمین سنی۔ (مسند احمد)

۶۔فقال آمین یجهر، آمین کہا بلند آواز سے۔ (مسند احمد)

یہ روایت عبدالجبار کی ہے اور امام بخاری، ابن معین، ترمذی، نسائی وغیرہ سب متفق ہیں کہ عبدالجبار نے اپنے باپ سے کوئی روایت نہیں سنی (ترمذی ص ۲۲۹، نسائی ج ۱ ص ۱۴۲، شرح المہذب ج ۳ ص ۱۰۴) پس یہ روایت مرسل ہوئی۔

دوسرا راوی

ابواسحاق سبیعی ہے جس کا حافظہ آخری زمانہ میں صحیح نہیں رہا تھا (نووی ص ۱۷ تقریب) اور اس کی مرسلات بالکل قبول نہیں جیسا کہ ابن معین نے کہا شبہ لا شئی. (ترمذی کتاب العلل ص ۵۶۴)

پس یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

پھر چھ سندوں میں ہر سند کا لفظ علیحدہ ہے کہ حضورؐ نے بلند آواز سے آمین کہی آواز کتنی بلند تھی وہ اسی روایت میں ہے۔

حضرت وائل حضورؐ کے پیچھے کھڑے تھے۔ انہوں نے سن لی۔ تو اتنی آواز کو کہ ایک دو قریبی آدمی سن لیں یہ جہر مطلوب نہیں ہے۔

دیکھو اگر امام جہری نمازوں میں قرأۃ صرف اتنی آواز سے پڑھے کہ صرف قریب کے ایک دو آدمی سن لیں۔ یا تکبیرات انتقال صرف اتنی آواز سے کہے کہ صرف قریب کے ایک دو آدمی سن لیں تو سب نمازی کہیں گے۔ کہ اس نے جہر نہیں کیا۔ تو اس حدیث سے جہر ثابت ہی نہ ہوا

۳۔ پھر یہ ایک آدھ دفعہ کا قصہ ہے۔ کیونکہ حضرت وائل بن حجرؓ نئے نئے اسلام لائے تھے۔ اس لئے ان کی تعلیم کیلئے جہر کر لیا ہو تو ہمیں مضر نہیں۔

۴۔ اس حدیث میں یہ وضاحت نہیں کہ حضورؐ نے چھ رکعات میں ہی جہر فرمایا تھا اور باقی گیارہ میں آہستہ آواز سے آمین کہی تھی۔

حضرت وائل بن حجرؓ کا اپنا فیصلہ

حضرت وائل بن حجرؓ کی بلند آواز سے آمین کہنے کی روایت بسند ضعیف

مروی ہے۔ اور آہستہ آمین کی صحیح سند سے پھر اونچی آمین کے متعلق فرمایا کہ حضور ﷺ نے قال آمین ثلاث مرات.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۷)

یعنی آپ نے (ساری عمر میں صرف) تین دفعہ آمین کہی۔ اب یہ بھی خود حضرت وائل بن حجرؓ سے پوچھیے کہ یہ بلند آواز سے آمین حضرت ﷺ نے کیوں کہی تھی۔ فرماتے ہیں۔ ما اراہ الا لیعلمنا (رواہ الدولابی، التعلیق الحسن حاشیہ آثار السنن ج ۱ ص ۹۲) اس کی سند میں یحییٰ بن سلمہ بن کہیل ہے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ جمہور نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور وضاحت کی ہے کہ جو روایات اس سے اس کا بیٹا روایت کرے وہ منکر ہیں اور یہ روایت اس کے بیٹے کی نہیں۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۱) نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا ہے وہ ایک صحیح السند حدیث کو منسوخ کرنے کے لیے جو حدیث لائے ہیں اس کی سند میں یحییٰ بن سلمہ ہے۔ (عرف الشذی ص ۱۲۸)

یعنی یہ ہماری تعلیم کے لیے کہی تھی۔ لیجئے فیصلہ ہو گیا کہ جہراً آمین صرف تعلیم کے لیے تھی اور آہستہ آمین سنت تھی۔ اسی لیے حضرت وائل بن حجرؓ سے بعد میں ایک دفعہ بھی آمین کہنا ثابت نہیں اور آپ نے سکونت کوفہ میں اختیار فرمائی تو وہاں آپ نے کبھی آمین بالجہر پر مناظرہ نہ کیا۔ کیونکہ تمام اہل کوفہ بالاتفاق آہستہ آمین کہتے تھے۔

حضرت وائل بن حجرؓ کی یہ روایت ہے جس کو غیر مقلدین بیس تیس نمبر دے کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ناواقفوں کو مرعوب کرسکیں۔

نوٹ: حضرت وائلؓ سے ایک روایت میں رب اغفرلی آمین آتا ہے اس کی سند میں عبدالجبار العطاردی ہے وہ ضعیف ہے (میزان)

بحث حدیث ابی ہریرہؓ

حضرت ابو ہریرہؓ بھی متاخر الاسلام راوی ہیں۔ جب یہ اسلام لائے تو

آنحضرت ﷺ نے ان کی تعلیم کے لیے بھی بلند آواز سے آمین کہی ہوگی۔

ا۔ چنانچہ ابو سلمہ اور سعید کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ حضور ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی (دار قطنی ج ا ص ۱۲۷ حاکم ج ا ص ۲۲۳) سند کا مدار اسحٰق بن ابراہیم پر ہے۔ جس کو ابو داؤد اور نسائی نے ضعیف کہا ہے اور محمد بن عوف محدث حمص نے جھوٹا کہا ہے۔ (کاشف للذہبی) (میزان الاعتدال ج ا ص ۸۵)

اور دوسرا راوی عبداللہ بن سالم ہے جو ناصبی تھا اور حضرت علیؓ کی توہین کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ حضرت کی مدد سے ہی ابو بکر اور عمر کو شہید کیا گیا ہے۔

(میزان الاعتدال)

یہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ حضرت علیؓ آمین بالجہر نہیں کرتے تھے تو ان کے خلاف اسحاق جیسے کذاب اور عبداللہ بن سالم جیسے بے دین ناصبی کی روایت پیش کرنا ان ہی مجتہدوں کا کام ہے۔ جن کو انگریزوں نے مسند اجتہاد پر بٹھا کر اہلحدیث کا نام الاٹ کیا ہو۔

نوٹ: دار قطنی نے سنن میں تو اس روایت کو حسن کہہ دیا صرف حمایت مذہب میں لیکن اصل حقیقت اس کے خلاف تھی۔ اسلئے خود ہی کتاب العلل میں اس کو ضعیف کہہ دیا۔ آج کل غیر مقلدوں کے مجتہدین سنن دار قطنی سے اس روایت کا حسن ہونا تو نقل کرتے ہیں۔ لیکن کتاب العلل سے ضعیف ہونا بیان نہیں کرتے اسی فریب اور خیانت پر ان کا مذہب قائم ہے۔

۲۔ دار قطنی ج ا ص ۱۲۷ میں ابن عمر اور ابو ہریرہؓ سے روایت درج ہے کہ حضورؐ نے بلند آواز سے آمین کہی مگر دونوں کی سند میں بحر السقاء ہے جسے خود دار قطنی نے ہی ضعیف کہہ دیا ہے۔

پھر یہ ایک واقعہ ہے جو یقیناً تعلیم کے لیے تھا۔ جیسا کہ حضرت وائلؓ نے صراحۃً یہ فرما دیا پھر کیا صحابہ کرامؓ نے اس کو مستقل سنت موکدہ سمجھا اس کے متعلق آپ

خود ابو ہریرہؓ کی زبان سے پڑھ آئے ہیں کہ ترک الناس التامین کہ بلا استثنا سب لوگوں نے بلند آواز سے آمین ترک کردی تھی۔

حدیث ام حصینؓ

ام حصینؓ ایک حدیث بیان کرتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے آمین کہی تو انہوں نے عورتوں کی صف میں آمین سن لی۔ (زیلعی ج ۱ ص ۳۷۱)

اس کی سند میں ایک تو اسماعیل بن مسلم مکی ہے جس کو امام احمد، امام ابن معین ،امام ابن المدینی، امام نسائی، ابن حبان، بزار اور حاکم سب نے ضعیف کہا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۲۲)

دوسرا راوی ہارون الاعور ہے۔ جو رافضی ہے (میزان الاعتدال) تو خلفائے راشدین کے مسلک کے خلاف رافضیوں اور جھوٹوں کی روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے۔

۱۔ پھر یہ صرف ایک واقعہ ہے اگر حضور ﷺ نے عورتوں کی تعلیم کے لیے ایک دفعہ بلند آواز سے آمین کہہ دی۔ تو کیا اس سے دوام اور سنت موکدہ ہونا ثابت ہو جائے گا؟

۳۔ آپ صحیح احادیث میں یہ پڑھ آئے ہیں کہ فرشتوں امام اور مقتدیوں کی آمین بیک وقت ہونی چاہیے۔ حضرت ام حصین نے جو عورتوں کی صف میں حضور اقدس ﷺ کی آمین سن لی۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ آپ کے مقتدیوں نے آمین بلند آواز سے نہیں کہی تھی۔ ورنہ حضور اکرم ﷺ کی آواز عورتوں کی صف میں نہ پہنچ سکتی، صحابہ کی آواز میں دب جاتی۔

حضرت علیؓ سے روایت لاتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی آمین سنی۔ لیکن سند میں حجیہ بن عدی جس کے متعلق تقریب میں لکھا ہے۔ صدوق یخطی سچا مگر خطا کار تھا۔ اور دوسرا راوی ابن ابی لیلیٰ ہے۔ رفع یدین کے باب میں اس کو ضعیف

ثابت کرنے میں اپنے دماغ کا سارا پانی خشک کر دیتے ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے حضرت علیؓ کی اسی حدیث کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث خطاء ہے اور ابن ابی لیلیٰ خراب حافظے والا ہے۔ پھر اس میں مستقل عادت کا ذکر نہیں دوام سے ساکت ہے۔ اور چھ رکعت کی تخصیص پر بھی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ادھر خود حضرت علیؓ آمین بالجہر نہ کہتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک بھی اس روایت سے آمین بالجہر کی سنیت نہ نکلی تھی۔ تو جب باب مدینۃ العلم اس روایت سے جہر آمین کی سنیت نہ سمجھ سکے تو ان بناسپتی مجتہدوں کی ٹرٹر کون سنتا ہے؟

کون ہے جو حدیث و محمل حدیث کو ان سے زیادہ سمجھ سکتا ہو۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو اس حدیث سے جہر آمین کی سنیت نہ سمجھ سکے۔ ورنہ اس کے خلاف ان کا عمل قطعاً نہ ہوتا۔ تو دوسرے کسی کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ اس حدیث سے آمین بالجہر پر استدلال کرے۔

حضرات آپ کے سامنے غیر مقلدوں کے ڈھول کا پول آ گیا رات دن شور ہے کہ ہم احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ ہم ہی اہل حدیث ہیں۔ دوسروں کو حدیث کا منکر سمجھتے ہیں اور ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ وہ قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن اپنا یہ حال ہے کہ ایک حدیث بھی ایسی ان کے پاس نہیں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہو کہ آمین بلند آواز سے کہا کرو۔

۲۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث دکھا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آمین بالجہر پر کوئی ترغیب دی ہو۔ اور مزید اجر و ثواب کا وعدہ دیا ہو۔

۳۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ساری عمر بلند آواز سے آمین کہی ہو۔

۴۔ اور نہ ہی یہ چھ رکعت میں جہر اور گیارہ رکعت میں اخفاء کی تقسیم کسی حدیث

میں دکھا سکے ہیں۔

۵۔ نہ ہی کسی صحیح حدیث میں یہ دکھا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے مقتدی آپ کے پیچھے چھ رکعتوں میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ سے آمین کہتے تھے۔

۶۔ نہ ہی کسی حدیث میں یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ خلفائے راشدین اور ان کے مقتدی غیر مقلدوں کے ہمنوا تھے۔

۷۔ بلکہ خلافت راشدہ اور عہد نبوی ﷺ میں ایک مسجد کا حوالہ نہیں دے سکے جہاں علی الدوام چھ رکعتوں میں جہراً اور گیارہ رکعتوں میں سراً آمین کہی جاتی ہو۔

جن دو چار ضعیف اور کمزور روایتوں کا سہارا لیا جاتا ہے، ان میں صرف اتنا ہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے (کسی وقت) آمین بلند آواز سے کہی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے کبھی کبھار ظہر اور عصر کی نماز میں قرأۃ بلند آواز سے پڑھی۔ لیکن یہ آپ کا ہمیشہ کا عمل نہ تھا۔ اسی لیے ظہر وعصر میں کسی آیت کا بلند آواز سے پڑھنا کسی کے نزدیک بھی سنت نہیں ہے۔

ان روایات میں ہرگز یہ تصریح نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ ساری عمر آمین بالجہر فرماتے رہے، اس بارے میں غیر مقلدین کے پاس صرف اور صرف قیاس ہے کہ جب حضور نے بلند آواز سے آمین کہی تو کہتے رہے ہوں گے، لیکن ان کا یہ قیاس خلاف نصوص ہے۔

جس قسم کی یہ روایات ہیں اسی قسم کی روایات میں یہ صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف تین بار بلند آواز سے آمین کہی اور وہ بھی تعلیم کے لیے تو اب اگر ان روایات پر عمل ضروری ہے۔ تو زیادہ سے زیادہ ساری عمر میں تین بار وہ بھی امام ہونے کی حالت میں وہ بھی جب کسی نو مسلم کو تعلیم کا موقعہ آئے، آمین بلند آواز سے کہہ لیں تو ہمیں انکار نہیں۔ لیکن اس کو ساری عمر مستقل سنت موکدہ قرار دینا اور نہ

کرنے والوں کو یہودی اور منکر حدیث کہنا بالکل بے دلیل ہے اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔

غیر مقلدوں کا آخری حربہ

غیر مقلدوں کا جب چاروں طرف سے ناک میں دم ہو جاتا ہے، مسند اجتہاد سنسان ہو جاتی ہے تو پھر گالیوں پر اتر آتے ہیں کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ جو آمین بالجہر نہیں کہتا وہ یہودی ہے۔ یہودی آمین بالجہر سے جلتے ہیں حسد کرتے ہیں۔

حالانکہ جس طرح پہلی باتیں جھوٹ ہیں، یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ اولاً تو ان روایتوں میں سے کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت میں طلحہ بن عمر ہے جو سخت ضعیف ہے۔

(دیکھو تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۵ اور نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۲۹)

حدیث عائشہؓ بھی ضعیف ہے۔ پھر اس میں آمین کے ساتھ سلام اور "ربنا لک الحمد" کا بھی ذکر ہے۔ دیکھو بیہقی سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۶ بلکہ تورقبلہ کا بھی ذکر ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۴۸)

تو غیر مقلدین جو سلام اور "ربنا لک الحمد" بلند آواز سے نہیں کہتے وہ کم از کم ۲/۳ یہودی تو ہو گئے۔ اور اگر اکیلے نماز پڑھیں تو پھر تو آمین بھی آہستہ کہتے ہیں تو مکمل یہودی ہونے میں کیا شبہ رہا۔

اصل بات یہ ہے کہ حسد کے لیے صرف علم ضروری ہے۔ جہر ضروری نہیں ربنا لک الحمد آہستہ کہا جاتا ہے مگر یہود کو علم ہے تو حسد کرتے ہیں۔

دیکھو ہم اہل سنت و جماعت آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں تو غیر مقلدین یہودیوں سے بھی زیادہ جلتے ہیں۔ کیونکہ یہودیوں نے نہ کبھی آمین کہنے والوں کو مناظرے کا چیلنج دیا نہ ان کے خلاف رسالے لکھے نہ ان کی مسجدوں میں فتنہ فساد کھڑا

کیا۔ اس کے برعکس حنفی جب آمین آہستہ کہتے ہیں تو دیکھو غیر مقلدوں کو کتنا حسد ہوتا ہے۔ تقریریں کرتے ہیں۔ رسالے لکھتے ہیں۔ گالم گلوچ اور دنگا فساد پر اتر آتے ہیں۔

حسد کے معنی

حسد کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ محسود (جس سے حسد کیا جائے) میں کوئی ایسا کمال ہو جو حاسد میں نہ ہو۔ اس لیے حاسد کی قسمت میں صرف جلنا ہی رہ جاتا ہے اور بس۔ اور حسد کے آثار یہ ہیں کہ محسود کے خلاف پروپیگنڈہ کرے، گالم گلوچ پر اتر آئے۔

اب بتائیے کہ آمین بالجہر میں کون سی خوبی اور کمال ہے۔ یا زیادہ ثواب ہے کہ حنفی غیر مقلدوں پر حسد کریں یا تو وہ ثابت کر دیتے کہ آمین بالجہر پر حضور اکرم ﷺ نے مزید ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اب وہ ثواب حنفیوں کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم پر جلتے ہیں۔

جب وہ جہر ثابت نہ کر سکے تو اب حنفیوں کو حسد کرنے کی کیا ضرورت ہاں البتہ احناف جو آہستہ آمین کہتے ہیں، اس میں ان کو فرشتوں کی موافقت نصیب ہوتی ہے اور اس پر مزید ثواب کا وعدہ بھی ہے کہ سب پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور قرآن پاک سے آہستہ دعا پر خدا کی رحمت کا تذکرہ ملتا ہے۔ اور ایک روایت سے اس کا ثواب ستر گنا زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر خلفائے راشدین کی موافقت کا اجر بھی مزید ہے۔ تو احناف کی آمین پر حسد کیا جا سکتا ہے۔

یہود بھی اگر حسد کریں گے تو حنفیوں کی آمین پر کہ صرف زبان ہلانے سے فرشتوں کے موافق۔ نبی کی موافقت گناہوں کی معافی خدا کی رحمت اور ستر گنا ثواب ان کو مل رہا ہے۔ چنانچہ سلام اور ربنا لک الحمد پر بھی ان کا حسد ہے حالانکہ سب آہستہ کہتے ہیں۔

غیر مقلدوں کی آمین پر یہودی کیا حسد کریں گے جو ستر گنا ثواب سے محروم

ہیں۔ فرشتوں کی موافقت سے محروم ہیں اور اکثر امت کے نزدیک دعا و ذکر جہر بدعت ہے۔ اس میں بدعت کا شبہ ہے پھر آنحضرت ﷺ کے فرمان **انکم لا تدعون اصم و لا غائباً** ان کی آمین میں یہ شبہ آتا ہے کہ شاید خدا کو بہرا اور غائب جانتے ہیں تو بتائیے ایسی آمین پر کوئی کیوں حسد کرنے لگا۔

الغرض اس حسد کے بارے میں بھی یہ حاسدین اول تو ضعیف روایات نقل کرتے ہیں پھر ان میں جہر کا نام تک نہیں پھر حسد کے معنیٰ سے بھی یہ بے چارے بے خبر ہیں۔ اصل میں یہ حسد میں اتنے جل بھن گئے ہیں کہ نہ سر کی خبر ہوتی ہے نہ پیر کی۔ اور حاسدوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ بات کچھ بھی نہ بس شور و شغب، وہ پکڑا وہ مارا۔ اب یہیں دیکھئے کہ ان روایات میں نہ جہر کا ذکر، نہ چھ رکعتوں کی تفصیل، نہ کوئی ایسا مزید ثواب مذکور جس پر حسد کیا جائے۔ لیکن ان حاسدوں نے فوراً احناف پر چسپاں کرنا شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان حاسدین سے محفوظ رکھیں۔